بسم الله الرحمن الرحيم

حیات وخدمات

سید الاعلام مرحوم حجت الاسلام والمسلمین

حاج سید یوسف موسوی کشمیری (رہ)

دائرۃ المعارف ایران وہند

رایزنی فرہنگی جمہوری اسلامی ایران

۱۸۔ تلک مارگ، نئی دہلی

بسم الله الرحمن الرحیم

حیات وخدمات

آغا سید یوسف موسوی صفوی

اپنے والد گرامی آغا سید محمد اور برادر بزرگوار آغا سید احمد کے انتقال کے بعد حجۃ الاسلام والمسلمین جناب سید یوسف، اثنا عشری مذہب کی تبلیغ میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ آپ عوام میں آغا صاحب کے نام سے معروف تھے۔ آپ ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ۳۷ ویں اور حضرت سید میر شمس الدین محمد عراقی کی چودھویں پشت سے تھے۔ آپ کی ولادت ۱۳۲۲ھ ہجری میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد آقا سید محمد سے حاصل کی۔ ان کے انتقال کے بعد ۱۳۵۳ھ میں عراق گئے اور نجف اشرف میں بڑے بڑے مجتہدوں سے دینی علوم حاصل کیے۔ جناب سید ابوالحسن اصفہانی، آقا حسین طباطبائی قمی، آقا ضیاء الدین عراقی، آقائے شیخ محمد اصفہانی، آقا میرزا ابوالحسن مشکینی، آقا ابراہیم الحسنی آقا سید حسین طباطبائی البروجردی، آقا سید محسن الحکیم، آقا سید محمود الحسینی، شیخ محمد کاظم، آیت اللہ آقائے شیرازی، آقائے جمال موسوی گلپایگانی وغیرہ جیسے بزرگان دین اور افاضل زمانہ آپ کی علمی استعداد اور اعلیٰ صلاحیتوں کے قائل تھے۔ ان علمائے کرام کے اجازات واسناد آپ کے علوم دینی کے سلسلے میں ''ایقاظ العباد'' میں شائع ہوئے ہیں۔ رہبر انقلاب فقیہ عصر حضرت امام اللہ خمینی سے آپ کو والہانہ ربط تھا۔

آپ شرافت کے پیکر تھے۔ چہرے سے جاہ وجلال ٹپکتا تھا، دوست اور دشمن،

اپنے اور غیر آپ کے تقویٰ، بزرگی، فضیلت، سیادت، حسن تدبر، سلامت طبع، دیانتداری اور سچائی کے معترف تھے۔ کشمیر کے امراء روساء احکام بلاتفریق مذہب وملت سبھی آپ کی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ وزراء اعلیٰ بخشی غلام محمد، خواجہ غلام محمد صادق اور سید میر قاسم آپ کے شریعت کدے پر دست بوسی کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ شیخ محمد عبداللہ آپ کے تقدس وتقویٰ کے بے حد قائل تھے اور آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔

آغا سید یوسف نے انجمن شرعی شیعیان جموں وکشمیر کی داغ بیل ڈالی جس کے باعث انجمن کی سرپرستی اور نگرانی آپ کی ذات سے وابستہ رہی۔ انجمن کے زیر انتظام مذہب اثنا عشری کی ترویج آج بھی جاری ہے۔ اسی طرح آپ نے بڈگام میں ۱۷ ربیع الاوّل ۱۳۶۹ھ کو مدرسہ باب العلم کی بنیاد ڈالی اور درس وتدریس کا کام شروع کیا۔ مدرسے کا سارا انتظام انجمن شرعی کے ذمہ ہے۔ یہاں کے طلباء مزید تحصیل علوم کے لئے قم اور عراق جاتے ہیں۔ باب العلم کے مدرس اول جناب حکیم جلال الدین غازی تھے۔ باب العلم کے علاوہ آپ نے پوری ریاست یعنی جموں کشمیر اور لداخ میں دینی علوم کے لئے مدرسے قائم کئے تھے۔ مدرسین کو انجمن شرعی کے تحت تنخواہیں ملتی ہیں۔ آغا صاحب نے باب العلم کی فلاح وبہبود کے لئے لاکھوں روپے کی مالیت کی اراضی وقف کردی ہے۔

شہری اور دیہی علاقوں میں مدرسوں کے علاوہ آغا صاحب نے انجمن شرعی کے زیر انتظام امام باڑے اور مسجدیں تعمیر کرائیں۔ ان میں امام باڑہ بڈگام اور حسن آباد قابل ذکر ہیں۔ بڈگام کا امام باڑہ ۱۳۷۵ھ میں لاکھوں روپے صرف کرکے تعمیر کیا گیا۔ امام باڑے میں فن سنگ تراشی کے بہترین نمونے نظر آتے ہیں۔ ان پر محتشم کاشانی کے مرثیے دوازدہ بند کے اشعار بڑی مہارت اور خوبصورتی سے لکھے گئے ہیں۔ امام باڑے کے ساتھ

ہی آغا صاحب نے مسجد جامع تعمیر کی ۔ جموں وکشمیر کی شیعہ آبادی میں یہ مسجد ایک بڑے رقبے پر تعمیر کی گئی ہے ۔ یہ بھی آغا صاحب کی ہی زیر نگرانی بنائی گئی ۔ زڈی بل اور بڈگام میں اوقاف کی کئی بلڈنگیں تعمیر کی گئیں ۔ امام باڑہ میر گنڈ اور خانقاہ زڈی بل کی تعمیرات بھی آپ ہی کے ذریعے عمل میں آئیں ۔

جناب سید یوسف صاحب قبلہ کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے شریعت کدے پر شرعی عدالت قائم کی جس میں شرعی نظام کے تحت فیصلے ہوتے ہیں اس شرعی عدالت کی نظیر برصغیر میں اور کہیں نہیں ملتی ۔ فریقین شرعی فیصلوں کے پابند رہتے ہیں ۔ اگر کوئی فریق فیصلے کا احترام نہیں کرتا ہے تو لوگ اس کو پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھتے ہیں ۔ عوام کو ان فیصلوں پر اتنا اعتماد ہے کہ شیعوں کے علاوہ سنی حضرات اور غیر مسلم بھی ان فیصلوں کو قبول کرتے ہیں ۔ وراثت وصیت انتقالات اراضی ، منقولہ وغیر منقولہ جائداد اور خرید وفروخت کے بیعنامے اسی شرعی عدالت میں اندراج کیے جاتے ہیں ۔ اسی اقدام سے لوگ عدالتی جھگڑوں سے چھٹکارا پاتے ہیں ۔ اور وہ قانونی چارہ جوئی میں پیسہ اور وقت ضائع نہیں کرتے ہیں ۔

آغا صاحب کے انصاف کا یہ عالم تھا کہ مادی زمانے میں جہاں اخلاقی قدریں پامال ہو رہی تھیں وہ مالکان زمین کو کاشتکاروں سے زمیں واپس دلاتے ، یا اس کو فریقین کی رضامندی سے معاوضہ دلاتے تھے ۔ شرعی عدالت کا انعقاد آپ کے انقلابی دماغ کی سب سے بڑی دلیل ہے ۔ آغا صاحب عالم یگانہ اور علاّمۂ دہر تھے ۔ عربی اور فارسی زبانوں میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے ۔ ان کے فیصلے دونوں زبانوں میں ہوتے تھے ۔

آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے ۔ ’’ایقاظ العباد‘‘ وسیلۃ النجاۃ‘‘ اور ’’سرمایہ نجاۃ‘‘

آپ کی تصانیف ہیں۔ ان کتابوں کے علاوہ آغا صاحب نے بہت سے اعلیٰ اور تحقیقی مضامین لکھے جو ''الارشاد'' میں شائع ہوئے ہیں۔ آپ نے انجمن شرعی کے زیر اہتمام نشر واشاعت کا شعبہ قائم کیا۔ اس کے تحت کئی کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہوئیں ہیں۔ ان میں ترجمہ ''لمعۃ الدمشقیہ'' جیسی ضخیم کتاب قابل ذکر ہے۔ تاریخ بہارستان شاہی کی اشاعت کا بیڑا بھی آپ ہی نے اٹھایا تھا۔ اس کے علاوہ آپ نے خانقاہ زڈی بل کو از سر نو تعمیر کرنے کا بھی فیصلہ کیا۔ اسکے ساتھ ہی میر شمس الدین عراقی کے نام سے ایک اکاڈمی قائم کرنے کی منظوری دی جس کے تحت انجمن شرعی کے اہتمام سے میر شمس عراقی سے متعلق کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔ جب بھی نظام شریعت کے اصولوں کے خلاف ریاستی اسمبلی میں کوئی بل پیش ہوتا ہے تو آغا صاحب پوری قوت کے ساتھ اس کی مخالفت کرتے۔ ان میں اسقاط حمل کا بل، نکاح کا بل اور شراب کا بل قابل ذکر ہیں۔ آغا صاحب دراصل اس بات کے حامی تھے کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں میں شریعت محمدی کے تحت عدل وانصاف کی بنیاد پر تمام باہمی قضیہ نمٹائے جائیں اور غیر مسلمین کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔

کشمیری مسلمانوں میں یہ رواج تھا کہ صرف خانہ نشین دختروں کو وراثت کا حقدار سمجھا جاتا تھا اور جن لڑکیوں کی شادی گھر سے باہر ہوتی تھی وہ حق وراثت سے محروم کی جاتی تھیں آغا صاحب نے اس مہم کے خلاف رائے عامہ کو منظّم کیا اور اسے نظام اسلام میں ایک سنگین بے قاعدگی سے محمول کیا۔ ان کی مخلصانہ کوششوں کی بدولت اب خانہ نشین اور غیر خانہ نشین لڑکیوں کو یکساں طور پر وراثت کا حقدار تسلیم کیا جاتا ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہندوستان میں تمام مسلمانوں کے متبرک مقامات سرکاری اوقاف کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔ پورے ہندوستان میں صرف شیعیان کشمیر

ہی ہیں جن کے مذہبی مقامات امام باڑے، مسجدیں اور دوسری تعمیرات وغیرہ اوقاف کے حد اختیار میں نہیں آتے ہیں۔ آغا صاحب اس بات کے حق میں نہیں تھے کہ شیعوں کے متبرک مقامات اوقاف کے دائرہ کار میں آجائیں۔ موصوف بہ نفس نفیس شیعہ اوقاف کے صدر تھے اور تمام تعمیرات کا حساب کتاب انہی کی نگرانی میں ہوتا تھا۔

کشمیری شیعوں پر ہر سال ایام نوروز میں عرصۂ حیات تنگ کیا جاتا تھا اور انہیں بے پناہ مصائب و آلام کا شکار ہونا پڑتا تھا۔ چنانچہ بخشی غلام محمد کے عہد وزارت میں فتنہ پردازوں نے کچھ بے پر کی اڑائی اس موقع پر آغا صاحب نے حسن تدبر کا مظاہرہ کر کے قابل تعریف کردار کا نمونہ پیش کیا۔ انہوں نے اپنے زمانے میں اس بے بنیاد الزام کے خلاف ملک کے طول وعرض میں اپنی تحریروں اور تقریروں سے صدائے احتجاج بلند کی۔ موصوف نے اندرون اور بیرون ریاست مسلمانوں کے ہر مکتب خیال کے علماء کو متوجہ کیا انہوں نے حکومت وقت کو بھی متنبہ کیا کہ وہ ایسے اسلام دشمن عناصر اور افواہ بازوں کے سد باب کے لئے قانون بھی وضع کریں۔ آغا صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔

’’علاوہ برایں بر حکومت وقت بحکم انصاف ولازم عدل وداد و نگاہداری ملک از اختلالِ نظام وخرابی دیار بہ تلف واتلاف نفوس واموال واخماد آتشِ فتنہ وفساد در بلا د لازمی می شود۔ وضع قانون برائے سد افواہ عوام از تفوہ بایں اتہام وانفاذ حکم واجرائے آں فی الحال بلاتوانی واہمال......‘‘

آغا صاحب کے اس جہاد عمل کا یہ نتیجہ ہوا کہ سبھی فرقوں کے علمائے دین نے ان کی آواز پر لبیک کہی اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں حصول مودت اور استحکام اخوت کی اخلاقی قدروں پر زور دیا۔ جب سے آغا صاحب نے مسلمانوں کی مختلف جماعتوں میں

اتحاد و اخوت کا اقدام کیا تب سے آج تک کسی نے بھی شیعوں پر الزام لگانے کی ہمت نہیں کی۔ یہ آغا صاحب کا ایک بڑا کارنامہ جو تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جو لوگ دور دراز علاقوں سے اپنے اپنے قضیوں کو نمٹانے کے لئے آغا صاحب کی شرعی عدالت میں حاضر ہوتے اور جن کے ٹھہرنے کا کوئی انتظام نہ ہوتا وہ تاریخ مقررہ سے ایک دن پہلے آتے اور ان ہی کے شریعت کدے پر قیام کرتے۔ ان کے قیام وطعام کا بندوبست آغا صاحب بہ نفس نفیس فرماتے تھے۔ اس طرح ایک بڑی تعداد میں لوگ انتہائی مہنگائی کے زمانے میں ان کے دسترخوان سے فیضیاب ہوتے تھے اور قیام وطعام کی پریشانیوں سے فارغ ہوتے۔ ان کی عدالت سے کوئی بھی سائل خواہ اس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو یا وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا۔ وہ یتیموں اور بیواؤں پر ہمیشہ دست شفقت رکھتے تھے۔ ہندوستان کے دینی مدرسوں اور طلبا کی بھی امداد فرماتے تھے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ لوگ ان کی عدالت میں خرید وفروخت اور مہر وبذل وغیرہ کے سلسلے میں بڑی بڑی رقمیں اور بیش بہا زیورات بغیر کسی رسید یا شواہد کے بطور امانت رکھتے تھے۔ آغا صاحب بعد تصدیق واندراج لوگوں کو اپنی اپنی امانتیں واپس کرتے تھے۔ جناب قبلہ وکعبہ کا یہ طرز عمل اور ان کی عدالت کا ربط وضبط اور تقدس دیکھ کر ایک آزاد خیال تعلیم یافتہ جناب غلام رسول رینز وسابق ہوم سکریٹری اس قدر مرعوب ومتاثر ہوئے کہ انہوں نے آغا صاحب کی سوانح حیات مرتب کرنے کیلئے انجمن شرعی کو دو ہزار روپے کا نذرانہ پیش کیا۔ حکومت وقت بھی آغا صاحب کے شرعی فیصلوں کا احترام کرتی تھی اور عدالت عالیہ بھی ان فیصلوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ بعض عدالتیں شرعی مسائل کی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے آغا صاحب کی طرف رجوع بھی کرتے تھے۔ آغا صاحب

بعض قضیے نمٹانے کے لئے فریقین کی رضامندی سے جائے وقوع پر مشاہدے کے لئے جاتے اور وہیں فیصلے بھی صادر فرماتے تھے۔ لوگ ان کے فیصلوں کا پابندی کی مذہبی فریضہ سمجھتے تھے۔ عدالت کے گردونواح علاقے کا نام شریعت آباد رکھا گیا ہے۔ آغا صاحب کی عدالت ہر روز بعد نماز ظہرین شروع ہوتی اور قبل از مغرب برخاست ہوتی تھی۔ جمعہ کو عدالت کی کارروائی بند رہتی تھی۔ البتہ لوگ آغا صاحب کی خدمت میں کئی کئی میلوں سے آ کر حاضری دیتے تھے۔ سمنوں کا اجراء انجمن شرعی کے رضا کاروں کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ عورتیں مردوں کے ساتھ عدالت میں نہیں بیٹھ سکتیں ہیں۔ ان کے اقربا موجود ہوتے ہیں۔ خود وہ ملحقہ کمرے میں ہوتی ہیں۔

آغا صاحب کا ایک غیر معمولی کارنامہ یہ بھی تھا کہ انہوں نے کشمیر یونیورسٹی کی اورینٹل فیکلٹی میں اثنا عشری طلباء کے لئے شیعہ نصاب منظور کرایا جو آج تک جاری ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں ایک آفسٹ پریس اور روزنامہ سیاسی اخبار کے اجراء کے لئے اقدام بھی کیا۔

سرانجام اس عظیم شخصیت نے شب دوشنبہ ۱۰/ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ/ ۳۰/اگست ۱۹۸۲ء اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کیا۔

☆☆☆